رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵ ٹیلیفون نمبر ۹۱

422

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اللہ اکبر

روزنامہ الفضل قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

شرح چندہ پیشگی
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی ۱۲

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN.

قیمت فی پرچہ ایک آنہ
قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۴۴

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲ جون رسیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۹ بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خداتعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے:۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی ہنوز بیمار ہیں۔ روزانہ پھنسیاں زیادہ ہو رہی ہیں:۔

بیگم صاحبہ میاں محمد احمد خان صاحب بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاتھوں اور پاؤں پر اگزیما کے باعث سخت تکلیف ہے۔ اور علاج کے لئے لاہور تشریف لے گئی ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

حضرت سید عبد الستار شاہ صاحب بوجہ پیری پہلے ہی بہت کمزور اور علیل ہیں۔ کہ چوٹ لگنے کی وجہ سے زیادہ بیمار ہو گئے ہیں۔ نیز بھائی محمود احمد صاحب بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دُعا کی جائے:۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مکالمۂ الٰہیہ کا صادق مُدعی کون ہے

"دُنیا میں ہزاروں آدمی ہیں۔ کہ الہام اور مکالمۂ الٰہیہ کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ مگر صرف مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کچھ چیز نہیں ہے۔ جب تک اس قول کے ساتھ جو خدا کا سمجھا گیا ہے۔ خدا کا فعل یعنی معجزہ نہ ہو۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا کا قول خدا کے فعل سے شناخت کیا گیا ہے۔ ورنہ کون معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ایک قول جو پیش کیا گیا ہے۔ وُہ خدا کا قول ہے۔ یا شیطان کا یا وسوسہ نفسانی ہے۔ خدا کا قول اور خدا کا فعل لازم ملزوم ہیں۔ یعنے جس پر درحقیقت خدا کا قول نازل ہوتا ہے۔ اس کی تائید میں خدا کا فعل بھی ظہور میں آتا ہے یعنی اس کی پیشگوئیوں کے ذریعہ سے عجائبات قدرت اس قدر ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ تا ثابت ہو جائے۔ کہ اس کا الہام خدا کا قول ہے:۔

افسوس اس زمانہ میں جابجا ایسے لوگ بہت ہو گئے ہیں جن کو ملہم کہلانے کا شوق ہے۔ اور بغیر اس کے کہ وُہ اپنے نفس کو جانچیں۔ اور اپنی حالت کو دیکھیں۔ جو کچھ ان کی زبان پر جاری ہو اس کو کلام الٰہی یقین کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ وُہ زبان جس پر خدا کا کلام جاری ہو سکتا ہے اسی پر شیطان کا کلام بھی نازل ہو سکتا ہے اور حدیث النفس بھی ہو سکتی ہے پس کوئی کلام جو زبان پر جاری ہو ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ اس کو خدا کا کلام کہا جائے۔ جب تک دو شہادتیں اس کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہ کریں اول یہ شہادت کہ ایسا شخص جو یہ دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ میرے پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اس کی ایسی حالت چاہیئے جس سے معلوم ہو۔ کہ وُہ اس لائق ہے۔ کہ اس پر خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو شخص جس کے قریب ہوتا ہے اسی کی آواز سُنتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس جو شخص شیطان سے قریب ہے۔ وہ شیطان کی آواز سنتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ سے قریب ہے وہ اسکی آواز کو۔ صرف اس حالت میں کسی کو ملہم من اللہ کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ درحقیقت خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی رضامندی چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کے پورے خوش کرنے کے لئے ایک تلخ موت اپنے لئے اختیار کرلیتا ہے۔ اور اسکو سب چیز پر مقدم کرلیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کے دل کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اس کو تمام دنیا سے الگ اور اپنی رضا میں محو پاتا ہے۔ اور سچ مچ ہر ایک ذرہ اس کے وجود کا خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جاتا ہے۔ اور اگر امتحان کیا جائے تو کوئی چیز اس کو خدا تعالیٰ سے نہیں روک سکتی۔ نہ دولت نہ مال۔ نہ زن نہ فرزند نہ آبرو۔ بلکہ وہ درحقیقت اپنی ہستی کا نقش مٹا دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ایسی محبت اس پر غالب آجاتی ہے کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ یا اس کی اولاد کو ذبح کیا جائے۔ یا اس کو آگ میں ڈالا جائے۔ اور ہر ایک تلخی اس پر وارد کی جائے۔ تب بھی وہ اپنے خدا کو نہیں چھوڑتا اور مصیبت کے کسی حملہ سے وہ اپنے خدا سے الگ نہیں ہوتا۔ اور صادق اور وفادار ہوتا ہے۔ اور تمام دنیا اور دنیا کے بادشاہوں کو ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کو یہ بھی سنایا جائے۔ کہ تو جہنم میں داخل ہوگا تب بھی وہ اپنے محبوب حقیقی کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ محبت الٰہی اس کا بہشت ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود نہیں سمجھ سکتا۔ کہ مجھ کو خدا سے کیوں ایسا تعلق ہے۔

کیونکہ کوئی نامرادی اور کوئی امتحان اس تعلق کو کم نہیں کرسکتا۔ پس اس حالت میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ خدا سے نزدیک ہے نہ شیطان سے۔ ایسے لوگ اولیاء الرحمٰن ہیں۔ اور خدا ان سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ خدا سے۔ اور انہی پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان میں داخل ہیں۔ دوسری شہادت خدا تعالیٰ کے ملہم کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کلام کے ساتھ جو اس پر نازل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا فعل بھی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ جب سورج طلوع کرتا ہے۔ تو اس کے ساتھ سورج کی تیز شعاعیں بھی ہونی ضروری ہیں ایسا ہی خدا کا کلام کبھی اکیلا نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ خدا کا فعل بھی ہوتا ہے۔ یعنے انواع و اقسام کے معجزات اور انواع و اقسام کی تائیدات اور برکات ساتھ ہوتی ہیں۔ ورنہ کمزور انسان کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ پس جس شخص نے خدا کے کلام نازل ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور اس کے ساتھ وہ کھلے کھلے معجزات اور تائیدات شامل نہیں۔ اس کو خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ اور ایسا دعوےٰ ترک کرنا چاہیئے۔ اور پھر یہ دعویٰ صرف اس قدر بات سے صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ کہ وہ ایک دو نشان جو سچ ہوگئے ہیں پیش کرے۔ بلکہ کم سے کم دو تین سو خدا کے کھلے کھلے نشان چاہئیں۔ جو اس کی تصدیق کریں۔ اور پھر علاوہ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کلام قرآن شریف سے مخالف نہ ہو"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۹--۶۰)

کندرا پاڑا میں تعلیمی و تبلیغی جلسے

۹ر جون جناب مولوی عبد الستار صاحب ایم۔ اے امیر جماعت ہائے اڑیسہ کندرا پاڑا میں معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ اس موقعہ پر ایک تعلیمی جلسہ ۱۰ جون کو منعقد کیا گیا۔ پھر ۱۲ جون کو ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں غیر احمدی اور ہندو بھی شامل ہوئے۔ مختلف اصحاب نے نبوت اور خلافت اور معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر تقریریں کیں۔ یہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ آخر میں جناب امیر صاحب نے جو صدر جلسہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند نشانات بیان فرمائے۔ حاضرین نے نہائت توجہ سے تقریریں سنیں۔ اور اچھا اثر لے کر گئے۔

اس موقعہ پر احمدیہ مسجد کندرا پاڑا کی تعمیر کے لئے خاکسار نے تحریک کی۔ تو جناب شیخ انعام اللہ صاحب احمدی سکرٹری مال اور راقم کی اہلیہ زہرہ خاتون صاحبہ سکرٹری لجنہ اماء اللہ نے اپنی زمین سے کچھ مسجد کے لئے دینے کا اقرار کیا۔ اور سب احباب نے مل کر زمین کا موقعہ دیکھا۔ اور جگہ کی پیمائش کی۔ اللہ تعالےٰ ان دونوں صاحبان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔ اور ہم کو توفیق بخشے۔ کہ یہاں جلد تر مسجد تعمیر کرسکیں۔ اس مسجد کا موقعہ برلب سڑک ہونے کی وجہ سے خوب شاندار اور تبلیغی ہوگا۔ جماعت کے احباب کے لئے بھی بہت سہولت ہوگی۔ کیونکہ یہ جگہ احمدی آبادی کے مرکز میں ہے۔

خاکسار۔ قریشی محمد حنیف سکرٹری تبلیغ کندرا پاڑا

ہم خرما و ہم ثواب

منفعت بخش طریق پر روپیہ لگانے کا زریں موقعہ

صدر انجمن احمدیہ کو انتظام جائداد کے متعلق فوری طور پر پندرہ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ چونکہ یہ روپیہ ایسے کاموں پر لگایا جائے گا۔ جو نفع بخش ہیں۔ اس لئے یہ محض بطور قرضہ حسنہ نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اس کی کفالت میں صدر انجمن احمدیہ کی ایسی جائداد رہن باقبضہ کردی جائے گی۔ جس کا معقول کرایہ ہوگا۔ اس لئے جو دوست صدر انجمن احمدیہ کے نام اور جائداد کی کفالت پر روپیہ لگا سکتے ہوں۔ وہ بہت جلد خاکسار کو اطلاع دیں۔ یہ کام روپیہ کو گھروں یا بنکوں میں رکھنے سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ قرضہ باکفالت ہوگا۔ اور اس سے منافع بھی معقول ہوگا۔ اور ثواب الگ۔ الغرض یہ سودا ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ اس لئے جو دوست اس میں جس قدر حصہ لے سکیں۔ وہ بہت جلد محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پتہ پر روپیہ بھجوا دیں۔ اور تفصیل لکھ دیں۔ نیز صیغہ جائداد میں بنام ناظم اطلاع دے دیں۔

مولا بخش ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان

درخواست دعا

میاں غلام محمد صاحب اختر ریلوے سٹاف وارڈن لاہور تین ہفتہ سے بیمار ہیں۔ نہائت کمزور ہو گئے ہیں۔ تا حال بخار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ احباب دردِ دل سے ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

موصیوں کو اطلاع

دفتر مقبرہ بہشتی کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت موصی صاحبان اپنا نمبر وصیت مع پورا پتہ تحریر کیا کریں۔ نمبر وصیت تحریر نہ کرنے کی وجہ سے دقت ہوتی ہے پس خط بھیجنے کے وقت یہ بات سب سے پہلے تحریر کیا کریں۔

سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

وائسرائے ہند کا پیغام ہندوستان کے نام

وائسرائے ہند کے جس پیغام کا کئی دنوں سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ وہ شائع ہو گیا۔ یہ کہنا تو مشکل ہے۔ کہ جن لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے شائع کیا گیا ہے۔ ان کی تسلی ہو جائے گی اور وہ آئین نو کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ لوگ جن کے پیش نظر یہ اصل ہے۔ کہ جو طریق عمل تجویز کیا گیا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ انہیں وزراء اور گورنروں کے حدود عمل ۔ طریق کار ۔ اور نوعیت اختیارات کے متعلق زیادہ ٹھوس واقفیت حاصل ہو گئی ہے۔ نیز انہیں حکومت کے رویہ کے متعلق مزید آگاہی مل گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ وہ اور زیادہ سرگرمی دکھائیں گے:۔

ایک خاص بات جو وائسرائے ہند کے اس بیان میں پائی جاتی ہے اور جس کا اعتراف ان کے خیالات سے شدید اختلاف رکھنے والوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ان کا لب و لہجہ نہایت متین بے حد خوشگوار۔ اور انتہا درجہ کا ہمدردانہ ہے انہوں نے جو بات بھی کہی ہے۔ اس پیرایہ میں کہی ہے۔ جو ایک ہمدرد ۔ اور خیرخواہ کے شایان شان ہے:۔

اس وقت جس بات کا نہایت بے تابی کے ساتھ انتظار کیا جا رہا تھا وہ وزراء اور گورنروں کے تعلقات کی تشریح ہے۔ کیونکہ کانگرس نے آئین نو پر عمل کرنے کے لئے اسی امر کو بنیاد قرار دیا ہے۔ وائسرائے ہند نے اس کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کی۔ اور گاندھی جی کی پیش کردہ تجویز کا خوشی خیر مقدم کیا ہے۔ گاندھی جی کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ گورنر اور وزراء کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں گورنر کو چاہیئے۔ کہ اگر وہ وزراء کو برطرف نہ کرے۔ تو ان سے استعفےٰ طلب کرلے۔ وائسرائے ہند اس کے متعلق اپنے بیان میں فرماتے ہیں:۔

"جس معاملہ کے متعلق وزارت یہ محسوس کرے۔ کہ گورنر نے ایکٹ کے ماتحت اپنی ذمہ واریوں کے انجام دینے میں ان کے مشورہ کے خلاف کارروائی کی ہے۔ اس سے وزارت کا وقار اور اس کی پوزیشن پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے باوجود اس کے کہ وزراء کی اس کارروائی میں کوئی براہ راست یا بالواسطہ ذمہ واری نہ تھی۔ اور یہ کہ گورنر نے اپنی وزارت کو اس بات کے قائل کرنے کی امکانی کوشش کرلی تھی۔ کہ اپنی ذمہ واریوں کے انجام دینے میں اسے بجز اس طریق کار کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں یہ مانے لیتا ہوں۔ کہ ایسے موقعہ پر جب کوئی ایسا معاملہ آجائے۔ تو جہاں گورنر اور اس کے وزراء نے اس پر بلا تعصب اور ذمہ واری کے پُورے احساس کے ساتھ غور کر لیا ہو۔ اور کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا ہو۔ تو یا وزارت کو استعفا دینا چاہیئے یا گورنر کو اسے برطرف کر دینا چاہیئے۔

میرے لئے شائد یہ کہدینا بھی مناسب ہو گا۔ کہ یہ تجویز کہ گورنر بعض صورتوں میں اپنے وزراء سے استعفا طلب کرے ایسا حل نہیں ہے۔ جو اس ایکٹ میں رکھا گیا ہو۔ اور اس لئے گورنروں کے لئے استعفا قبول کرنا ممکن نہ ہوگا استعفا ۔ اور برطرفی دونوں ممکن ہیں۔ پہلی بات وزراء کی مرضی پر ہے۔ اور دوسری گورنروں کی۔ لیکن ایکٹ میں یہ نہیں ہے۔ کہ گورنر کی مرضی سے وزیروں کی رائے پر اثر ڈالا جائے۔ اور اس طرح سے گورنر اپنی ذمہ واری اپنے سر سے اتار کر دوسرے کے سر ڈال دے"۔

یہ صورت حالات تو انتہائی چپقلش کے وقت ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور ایسا حالت کو رونما نہ ہونے دینے کے لئے ہر ممکن احتیاط کا ذکر ہز ایکسی لنسی وائسرائے ہند نے اپنے بیان میں کیا ہے:۔

سارے بیان کا مطالعہ جو اثر دل پر چھوڑتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جس طرح ہمدردی ۔ خیر خواہی ۔ اور نیک نیتی کے ساتھ وائسرائے ہند نے آئین جدید پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔ اگر اسی طرح صاف دلی کے ساتھ اسے قبول کر لیا جائے۔ تو یقیناً مفید نتائج نکل سکتے ہیں۔ اور مکمل حکومت خود اختیاری تک پہنچنے کے لئے کچھ نہ کچھ رستہ ضرور طے ہو سکتا ہے:۔

"سیاست" کو دوبارہ مشورہ

پریس ایکٹ کے وار سے کئی ماہ تک بے کار رہنے کے بعد جب حال میں معاصر "سیاست" جاری ہوا ۔ تو جہاں ہم نے اس بات پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ کہ "سیاست" کے مالک اور مدیر جناب سید حبیب صاحب پیش آمدہ مشکلات پر غالب آگئے۔ وہاں نہایت ہی خلوص کے ساتھ یہ مشورہ بھی دیا۔ کہ وہ آئندہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حزم و احتیاط کا پہلو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہ کریں:۔

افسوس کہ ہماری یہ گزارش مسموع نہ ہوئی۔ اور آج ہم نہایت رنج کے ساتھ یہ سُن رہے ہیں۔ کہ "سیاست" اور اس کے پریس کی چار ہزار کی ضمانت ضبط کرلی گئی ہے۔ اگرچہ سیّد صاحب موصوف نے اعلان کیا ہے۔ کہ "سیاست زندہ رہے گا"! لیکن وہ اس قسم کے تھپیڑے برداشت کرنے کے لئے کہاں سے قارون کا خزانہ لائیں گے۔

ان حالات میں کیا مناسب نہیں ہے۔ کہ حزم و احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے دائرہ عمل کو اسی حد تک رکھیں۔ جہاں ملک اور قوم کی کچھ نہ کچھ خدمت کرنے کا موقعہ تو پا سکتے ہیں:۔

امرتسر کے حادثہ کے متعلق وزیر اعظم کا بیان

امرتسر میں سکھوں کے مفسدانہ رویہ کے متعلق وزیر اعظم پنجاب نے اسمبلی میں ایک بیان دیا جس میں ان لوگوں سے اظہار ہمدردی کیا جن کو نقصان پہنچا ہے۔ ایک کمیٹی کے قیام کی تجویز پیش کی۔ جو فرقہ وار امور کی نگرانی کرے۔ اور فسادات کو روکے۔ لیکن اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کہ اس حادثہ میں حکام کی قابلیت یا ناقابلیت کا کہاں تک دخل تھا۔ انہوں نے کیوں جلوس نکالنے کی اجازت دی۔ اور پھر کیوں سکھوں کو قابو میں رکھنے کا پورا پورا انتظام نہ کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملفوظات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

نیکی کے متعلق اسلام کی تعلیم

۱۸ جون بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے دو نکاحوں کا اعلان فرماتے ہوئے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں دو قسم کے خیالات نیکی کے متعلق رائج ہیں ایک خیال یہ ہے۔ کہ نیکی نیکی کی خاطر کرنی چاہیئے۔ اور اس قسم کی نیکی میں بدلہ کا سوال ہرگز دل میں نہ آنا چاہیئے۔ ورنہ وہ نیکی برباد ہو جاتی ہے۔ دوسرا بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ نیکی کے بدلے میں جزا کا پیش کرنا یا جزا کی امید رکھنا یا جزا کی امید دلانا کوئی بُری بات نہیں بلکہ جائز اور درست ہے۔ یہ دونوں خیالات نیکی کے متعلق اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ زیر بحث آتے ہیں۔

یورپ کے فلسفی

ہمیشہ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ نیکی کے بدلہ میں جزا کا پیش کرنا یا جزا کی امید رکھنا یا امید دلانا انسان میں لالچ پیدا کرتا اور اسے حریص بناتا ہے یعنی جو شخص جزا کو سامنے رکھ کر نیکی کرتا ہے وہ لالچی اور حریص ہے اور جو شخص کسی نیکی کے بدلے میں امید دلاتا ہے۔ وہ گویا اس آدمی میں حرص اور لالچ پیدا کرنے والا ہے۔ اسی فلسفیانہ خیال کو لے کر عیسائی پادری

اسلام پر حملہ آور

ہوتے اور کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی بیان کی ہوئی نیکی کی تعریف انسان میں لالچ پیدا کرتی ہے۔ اور جو اصول اسلام نے نیکی کے متعلق پیش کئے ہیں وہ انسان میں حرص پیدا کرتے ہیں یا ایسے امور کی طرف انسان کو لاتے ہیں۔ جو حرص پیدا ہونے کا باعث ہوتے ہیں۔

بالعموم دیکھا جاتا ہے۔ کہ مسلمان نوجوان اس خیال سے متاثر ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ یہ ہمارے مذہب کی کمزوری ہے۔ لیکن اگر ہم غور سے دیکھیں تو یہ

بالکل لغو اور باطل خیال

نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ فلسفہ پیش کیا ہے۔ وہ نیکی کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ نیکی وہ ہے۔ جس سے زیادہ فائدہ زیادہ وجودوں کو حاصل ہو۔ فلسفی لوگ چونکہ خدا کے وجود پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کا زیادہ تر اعتبار طبعیات اور مادیات پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک جو

نیکی کی تعریف

ہے۔ وہ بہت ادنیٰ ہے۔ انگریزی میں نیکی کو Good کہتے ہیں۔ اور Good کی تعریف وہ یہ کرتے ہیں جس کام کے کرنے کا زیادہ فائدہ ہو اور وہ فائدہ زیادہ وجودوں کو پہنچے اب ایک طرف اس تعریف کو دیکھا جائے۔ اور دوسری طرف اس خیال کو جو یورپین فلسفی نیکی کے متعلق پیش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ خیال کس قدر

احمقانہ اور جاہلانہ

ہے۔ تعریف وہ یہ کرتے ہیں کہ نیکی وہ ہے جس کا زیادہ فائدہ ہو۔ اور زیادہ وجودوں کو فائدہ پہنچے۔ مگر فلسفہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نیکی اگر کسی بدلہ کی امید پر کی جائے۔ تو وہ نیکی نہیں رہتی یہ دونوں باتیں کس قدر ایک دوسری کے خلاف ہیں۔ اس خیال کے ماتحت جب انسان

نیکی کرنے کا فیصلہ

کرے گا۔ تو لازماً اس کے ساتھ جزا کا سوال آجائے گا۔ یہ فلسفہ بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارے ملک میں رمال لوگوں کو وظیفہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ جو چاہو گے ہو جائیگا مگر ساتھ ہی اس امر کا خیال رکھنا کہ دوران وظیفہ میں بندر کا خیال نہ آجائے جب وہ جا کر وظیفہ کرتا ہے۔ تو لازماً اسے بندر کا خیال آجاتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے چونکہ بندر کا خیال آگیا تھا۔ اس لئے

وظیفہ کا اثر

نہیں ہوا۔ پھر وہ وظیفہ کرتا ہے۔ اور پھر بندر کا خیال آجاتا ہے۔ اور وہ اسی چکر میں پڑا رہتا ہے۔ اور کبھی اس کی آرزو پوری نہیں ہوتی۔ یہی حال یورپین فلاسفروں کا ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ نیکی کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ نیکی وہ ہے۔ جس سے زیادہ فائدہ زیادہ سے زیادہ وجودوں کو پہنچے مگر دوسری طرف یہ کہتے ہیں۔ کہ جزا سامنے رکھ کر نیکی کرنے سے نیکی قائم نہیں رہ سکتی۔ گویا جس چیز سے انسان کو روکا جاتا ہے۔ لازماً کرتے وقت اس کو اس کا خیال آجائے گا۔ اور اس طرح اس کی نیکی نیکی نہ رہے گی بلکہ اس اصل کے ماتحت کبھی بھی کوئی فعل نیکی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ

نیکی کرتے وقت

طبعی طور پر کسی نہ کسی رنگ میں بدلہ کا خیال آجاتا ہے۔ اور اس خیال کا نہ آنا ناممکن ہے۔ اگر نیکی کی یہی تعریف تسلیم کی جائے۔ جو یورپین فلسفی کرتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی نیکی نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس فلسفہ سے بدتر اور احمقانہ فلسفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے جو نیکی کا حقیقی فلسفہ بیان کیا ہے۔ اسکے متعلق یورپین فلسفیوں کا یہ کہنا کہ وہ لالچ اور حرص پیدا کرتا ہے بالکل احمقانہ خیال ہے۔ اسلام نے

نیکی کے مدارج

بیان کئے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے۔ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا یعنے مومن کھانا کھلاتا ہے یتیموں اور اسیروں کو ایسی حالت میں جب خود اسکو کھانے کی حاجت ہوتی ہے۔ یعنی باوجود احتیاج کے وہ یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں جس سے نیکی کی جاتی ہے اُس سے بدلہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ غریبوں اور سکیتوں کو جب مومن کھانا کھلاتا ہے تو اسوقت اسکا یہ جذبہ دوسرے تمام جذبات پر حاوی ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ان سے سلوک کرے ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات انسان پر ایسی حالت آجاتی ہے۔ کہ اسکو

سب کچھ بھول جاتا ہے

اور صرف ایک امر کیطرف ہی اسکا خیال لگ جاتا ہے مثلاً ایک بچہ پانی میں ڈوب رہا ہو۔ تو اسکے ماں باپ سب کچھ بھول جائینگے حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول جائیں گے کہ انہیں تیرنا آتا ہے یا نہیں۔ اور پانی میں کود پڑینگے۔ اسوقت ان میں صرف یہی جذبہ ہوتا ہے کہ ہمارا بچہ بچ جائے۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ بچہ پانی میں ڈوب رہا ہے والدین اپنے جذبہ کے ماتحت پانی میں کود پڑے۔ اور خود ڈوب گئے۔ اور بچہ کو دوسرے لوگ زندہ نکال لائے۔ پس یہ مقام جب بھی آجائے اسوقت انسان بے اختیار ہوتا اور مجبور ہوتا ہے کہ وہ فعل کر گزرے۔ اور بے اختیاری کی حالت میں اس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے۔ جب بچہ ڈوب رہا ہو اس وقت ماں باپ کو ہرگز یہ خیال نہیں آتا۔ کہ ہمیں تیرنا نہیں آتا

426

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر انہیں اس بات کا خیال ہو۔ کہ ہمیں تیرنا نہیں آتا۔ تو وُہ کبھی نہ کودیں وُہ سمجھتے۔ بچہ تو ڈوب رہا ہے۔ ہم تیرنا نہیں جانتے۔ اگر ہم کودے۔ تو ہمارا بھی یہی انجام ہوگا۔ پس یہ حالت بے اختیاری کی ہوتی ہے۔ اس کی

ایک مثال

یہ بھی ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صحابی کے سپرد ایک مہمان کیا۔ اور فرمایا۔ اس کو گھر لے جاؤ۔ اور اس کی خاطر کرو۔ وُہ صحابی اس مہمان کو گھر لے گیا (اس وقت ابھی فتوحات نہیں ہوئی تھیں۔ اور مسلمان بہت غربت کی حالت میں تھے۔) اس صحابی نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ میں آج ایک مہمان لایا ہوں۔ اس کی خاطر کرو۔ بیوی نے کہا۔ گھر میں آج صرف ایک آدمی کا کھانا ہے۔ میں نے یہ سوچا تھا۔ کہ ہم دونوں نہ کھائیں گے۔ اور یہ کھانا اپنے بچوں کو کھلا دیں گے۔ یہ سن کر اس صحابی کو بہت صدمہ ہوُا۔ کیونکہ اس وقت صرف یہ جذبہ غالب تھا۔ کہ مہمان بھوکا نہ رہے۔ باقی سب جذبات بھول گیا تھا۔ بیوی نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو اس نے کہا۔ میں بچوں کو یوں ہی بہلا دوں گی! اور وُہ کھانا مہمان کو کھلا دیں گے صحابی نے کہا۔ جب مہمان کھانا کھانے لگے گا۔ اور بچوں کو دیکھے گا۔ تو ان کو بلا لے گا۔ اور اس طرح ہمارا یہ وہ فاش ہو جائے گا۔ اس پر بیوی نے کہا۔ میں بچوں کو سُلا دوں گی۔ پھر صحابی نے کہا۔ کہ اب ایک اور مشکل درپیش ہے۔ اور وُہ یہ کہ جب وُہ کھانا کھائے گا۔ تو ہم دونوں کو بھی کھانے کے لئے کہے گا۔ (اس وقت ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوُا تھا) بیوی نے کہا۔ میں نے اس کے لئے بھی تجویز سوچ لی ہے۔ میں دیئے کی بتی چھوٹی رکھوں گی۔ جب مہمان کے سامنے کھانا رکھدیں گے۔ اور وُہ ہمیں کھانے پر بُلائے گا۔ تو آپ مجھے اس وقت کہیں۔ کہ بتی اُوپر کر دو۔ اس وقت میں بجائے اوپر کرنے کے اور نیچی کر دوں گی۔ اور اس طرح دیا بجھ جائے گا۔ اور ہم کہہ دیں گے۔ کہ اب رات کا وقت ہے۔ آگ ملنی مشکل ہے۔ براہ مہربانی اندھیرے میں ہی کھانا کھالیں۔ پھر جب مہمان کھانا شروع کردے گا۔ تو ہم صرف مونہہ مارتے جائیں گے۔ اور کھانا نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا۔ بچوں کو بہلا کر سلا دیا۔ خود یونہی مونہہ ہلاتے رہے اور مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ دوسرے روز صبح وُہ صحابی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے دیکھ کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔ تمہاری رات والی حرکت پر

خدا تعالےٰ بھی عرش پر ہنسا

تو میں کیوں نہ ہنسُوں۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ رات مجھے اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی تمہارا سب حال بتا دیا تھا۔ (یہاں خدا تعالےٰ کے ہنسنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا مونہہ ہے۔ اور وُہ ہنستا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو اس صحابی کے اس فعل کی وجہ سے جو اس نے رات کو کیا۔ اس سے خاص محبت ہو گئی۔ اور اس کیفیت کے اظہار کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہنسنے کا لفظ استعمال فرمایا۔

دوسری مثال

اس کی یہ ہے۔ کہ جنگِ احد میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض صحابہ کو میدانِ جنگ میں بھیجا۔ کہ وُہ زخمیوں کو دیکھیں۔ اور جو زخمی قابلِ امداد ہوں ان کو مدد دیں۔ ایک صحابی زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ کہ انہوں نے ایک انصاری کو دیکھا۔ جو بہت سخت زخمی تھے۔ اور ان کی آخری حالت تھی۔ صحابی نے کہا۔ تمہارے بچنے کی کوئی امید نہیں اگر کسی کو کوئی پیغام دینا ہو۔ تو دیدیں۔ میں پہونچا دُوں گا۔ انصاری نے کہا۔ تم مجھ سے عہد کرو۔ کہ واقعی تم میرا پیغام پہونچا دو گے۔ صحابی نے وعدہ کیا۔ اور انہوں نے یہ پیغام دیا کہ میرے رشتہ داروں اور عزیزوں کو میرا یہ پیغام پہونچا دیں۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جب تک ہم زندہ رہے۔ ہم اپنی جانیں قربان کر کے محمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔ اب ہم جاتے ہیں۔ اور اس امانت کو تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے لئے سب کچھ قربان کر دینا تمہارا فرض ہے۔

یہ ایسی حالت تھی۔ جبکہ اکثر لوگوں کو اپنے

مال کی فکر

ہوتی ہے۔ اپنی بیوی بچوں کی فکر ہوتی ہے۔ مگر وُہ صحابی اس وقت بھُول اپنی بیوی کے بیوہ ہونے کو۔ وُہ بھول گئے اس وقت اپنے بچوں کے یتیم ہونے کو۔ اور بھول گئے اپنے روپیہ اور مال کی نگہداشت کو۔ اس وقت صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کا خیال ان کو تھا۔ اور یہ جذبہ ان کے تمام جذبات پر غالب تھا۔

دوسری چیز یطعمون الطعام علیٰ حبہٖ مسکیناً ویتیماً واسیراً میں یہ ہے۔ کہ انسان بعض اوقات اطعام طعام محبت کی وجہ سے کرتا ہے اور بعض وقت عادت کے طور پر۔ پہلی صورت میں یہ فعل اس کا وقتی جذبہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور دوسری صورت میں بطور عادت ہوتا ہے۔ یعنی وُہ بار بار ایک نیکی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو عادت ہو جاتی ہے۔ اور

عادتوں کا انسان پر بہت بڑا تصرّف

ہوتا ہے۔ ایک ہندو کا واقعہ ہے۔ کہ وُہ مسلمان ہو گیا۔ ایک دفعہ مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات ہوئی۔ جس پر اہلِ مجلس نے اللہ۔ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ مگر وُہ رام رام کہنے لگ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے دریافت کیا۔ تم تو مسلمان ہو گئے ہو۔ پھر رام رام کیوں کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا اللہ اللہ داخل ہوتے ہی داخل ہوگا۔ اور رام رام نکلتے ہی نکلے گا۔ تو انسان عادت کے طور پر بھی کام کرنے لگ جاتا ہے۔ اگر اس عادت کے پورا کرنے میں نیک ارادہ ہو۔ تو وُہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اگر بد ارادہ ہو۔ تو وُہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ کیفیت چونکہ محنت اور کوشش سے پیدا کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کو اس کی

محنت کا بدلہ

نہ ملے۔ وُہ جب بھی عادت کے طور پر نیکی کرے گا۔ اس پر جزا مرتب ہوگی۔ جب اس کا ارادہ نیک ہوگا۔ اس کو ثواب ملے گا۔ اور جب اس کا بد ارادہ ہوگا۔ تو عذاب ہوگا۔ عادت انسان کو ثواب سے محروم نہیں کرتی۔ مثلاً ایک شخص

نماز

اس ارادہ سے پڑھتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے رُوحانی ترقیات حاصل ہوتی ہیں۔ اور نماز بدیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس کو نماز پڑھنے کا جس کا وُہ عادی ہو چکا ہے۔ ثواب ملتا رہے گا۔ اور کسی ایک نماز کے ثواب سے بھی وُہ محروم نہیں ہوگا۔

مگر اس کے برخلاف ایک شخص اس ارادہ کو لے کر نماز پڑھتا ہے۔ کہ اسے محلہ کے

لوگوں کے سامنے

شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ تو یہ نماز اس کے لئے بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہوگی۔ اور اُسے عذاب کا مستحق قرار دے گی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرض جس کام کے ساتھ نیک ارادہ ہو۔ اس کی جزا اچھی ہوتی ہے۔ اور جس کام کے ساتھ ارادہ بد ہو۔ اس کی جزا اچھی نہیں ہوتی۔ مگر ایسا انسان جس کو بدی کی خبر ہی نہیں۔ بلکہ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ ماں باپ کو دیکھ کر کرتا ہے۔ اور اس کو اس کی عادت ہو گئی ہے۔ وہ سزا کا مستحق نہیں ہو سکتا مثلاً ایک ہندو اور ایک عیسائی کو جو شراب پینے کے نسلاً بعد نسل عادی ہیں۔ عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ہاں توحید کے نہ ماننے کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔ مگر ایک مسلمان کو جو شراب پیتا ہے۔ ضرور سزا ملے گی۔ کیونکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دی ہے یطعمون الطعام علی حبہ یتیماً و اسیراً میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی جاتی ہے۔ یعنے مومنین

خدا تعالیٰ کی محبت اور عشق

میں اس قدر محو اور رنگین ہو جاتے ہیں۔ کہ ان صفات کا ان سے ظہور ہونے لگتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ میں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص نے ایک آدمی کے متعلق شکوہ کیا۔ کہ وہ ڈاڑھی نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم تو لوگوں کے قلوب کی اصلاح کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب ان کو ہم سے محبت کامل ہو جائے گی۔ تو پھر وہی کریں گے جو ہم کرتے ہیں۔ اور ہماری طرح داڑھی رکھ لیں گے۔ بعض دفعہ

عارضی محبت

بھی انسان میں نمایاں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ ایک مجسٹریٹ صاحب جب احمدی ہوئے۔ تو مجھے کہنے لگے۔ مجھے آپ کے کوٹ کا ناپ چاہیئے۔ آئندہ میں آپ کے کوٹ جیسا کوٹ پہنا کرونگا۔ ان کو عارضی محبت تھی۔ کیونکہ بعد میں وہ احمدیت سے پھر گئے۔ لیکن مستقل محبت تو انقلاب عظیم پیدا کر دیتی ہے مومنین خدا تعالیٰ کی صفات ستار باسط۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مہیمن۔ واسع وغیرہ اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ اور عشق میں نہایت بلند مقام پر پہونچ جاتے ہیں ٭

غرض

نیکی کا انتہائی مقام

جو یورپین فلسفی بیان کرتے ہیں۔ وہ اسلام کا ابتدائی درجہ ہے۔ اسلام نے نیکی کے طبعی نتائج بھی بیان کئے ہیں۔ مثلاً نماز ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ کہ نماز فحشاء اور منکر امور سے روکتی ہے۔ پس فحشاء اور منکر سے روکنا

نماز کا طبعی نتیجہ

ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول کی اطاعت کا طبعی نتیجہ فوز عظیم بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان آیات میں ہے۔ جو اس موقعہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ اور جن میں تقوےٰ پر زور دیا گیا ہے۔ ایک آیت یہ ہے۔ ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ یعنے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ اور ان کے احکام کے مطابق اپنے عمل بنائے گا۔ اسے

فوز عظیم کا مقام

حاصل ہوگا۔ اس میں مومن کو اعلےٰ مقام کی طرف کھینچ کر لانا مقصود ہے اور جب ایک شخص کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور پیروی میں فوز عظیم کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ تو

رسول کا مقام

تو یقیناً اس سے بلند تر ہوگا۔ اور یہ وہ مقام ہے۔ جہاں انسان کامل بن جاتا ہے۔ اس لئے وہ فوز عظیم کا محتاج نہیں رہتا۔ بلکہ وہ اتنا بلند مقام ہے۔ کہ دوسروں کو فوز عظیم کے مقام پر پہونچاتا ہے

"ہمدم" کے عبدالرحیم کے توبہ نامہ کی حقیقت

اخبار "ہمدم" ۱۹ جون میں بعنوان "ایک قادیانی کی قادیانی نبوت سے بیزاری اور اسلام سے رغبت جماعت قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے" عبدالرحیم نامی ایک شخص کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے "عرصہ دو سال کا ہوا۔ کہ مجھے مرزا غلام احمد کی لکھنوی امت نے ورغلایا اور سبز باغ دکھلا کر اسلام سے مرتد کرایا۔ لیکن اب مجھ پر حقیقت کھلی۔ کہ یہ جماعت اسلام سے خارج ہے۔ اور میں توبہ کرتا ہوں۔" پھر لکھا ہے۔ بیعت فارم پر صرف میرے دستخط ہیں۔ مگر ان چالاک قادیانیوں نے میرے لواحقین کے نام بھی مجھ سے دریافت کر کے خود بیعت فارم پر لکھ دیئے"۔

ہم حیران ہیں کہ ایسے بے دھڑک جھوٹ بولنے والے لوگوں کی غلط بیانیوں کی کن الفاظ میں تردید کریں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ دو ڈھائی سال کا عرصہ ہوا کہ یہ شخص ایک احمدی کارکن کے پاس کچھ زیور لایا۔ اور اپنے گھر کا ایک ناگفتہ واقعہ بیان کر کے کہنے لگا۔ کہ یہ زیور رکھ کر آپ مجھے پچاس روپے دیدیں۔ آپ کی جماعت کی اسلامی ہمدردی کا حال سنکر میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ ہمارے کارکن صاحب نے زیور رکھنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ چلا گیا۔ کئی دن کے بعد پھر آیا۔ اور کہا۔ کہ اب مجھ پر حق کھل گیا ہے۔ میں احمدی ہونا چاہتا ہوں ہم نے اس کی اس بات کو بھی کچھ وقعت نہ دی۔ اور سمجھایا کہ مذہب ایسی معمولی چیز نہیں۔ کہ جو اعزا کی بد اعمالیوں کی وجہ سے تبدیل کر دیا جائے۔ دو تین دن کے بعد پھر آیا۔ اور بیعت فارم پر اپنے اور اپنی بیوی وغیرہ کے نام لکھے ہوئے چھوڑ گیا۔ اور ایک احمدی بزرگ سے پچاس روپے کی مدد طلب کی۔ ان چند ابتدائی ایام کے بعد ہم نے آج تک اس شخص کی کبھی شکل بھی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ ایک دو مرتبہ اتفاقیہ بازار میں مل گیا۔ اور دور سے صرف سلام کر لیا۔ یہ ہے "ہمدم" کے عبدالرحیم "داغب اسلام" کے توبہ نامے کی حقیقت جسے "ہمدم" نے بہت جلی اور انتہائی دلآزار الفاظ میں مبالغے کے ساتھ شائع کیا ہے ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے روزانہ بکثرت لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ہمارے اخبارات نے آج تک ان کے ترک خیالات پر ہمدم کی طرح دلآزار اور بعید از شرافت عنوانات کے ساتھ ان کے احمدی ہونے کا ذکر نہیں کیا لیکن "ہمدم" کا ایک مفلوک الحال اور بندۂ دنیا انسان کے متعلق محض دلآزار اور بے حقیقت بیان شائع کر کے اترانا متانت سنجیدگی اور صحافتی وقار کے کہاں تک شایاں ہے

خاکسار منصور احمد ابن مولوی خیر الدین صاحب لکھنؤ

ریزرو فنڈ پچیس لاکھ کی فراہمی

احباب جلد توجہ فرمائیں

مجلس مشاورت منعقدہ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ احباب اور انجمنیں ریزرو فنڈ کی کچھ نہ کچھ رقم اپنے ذمہ مقرر کر لیں۔ کہ وہ اس قدر رقم سال حال میں جمع کرانے کی کوشش کریں گے اس کی تعمیل میں جماعتوں اور احباب کو چاہیئے۔ کہ جو رقم چاہیں۔ اپنے ذمہ مقرر کر کے نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔ تا ان سے موعودہ رقوں کی وصولی کی امید رکھی جائے۔

ناظر بیت المال

423

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آئین نو سے پیدا ہونیوالے تغیرات کے متعلق

وائسرائے ہند کا بیان

وزراء اور گورنروں کے تعلقات کی تشریح

شملہ۔ ۲۱ جون۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے ہندوستان میں موجودہ آئینی تعطل کے متعلق جو پیغام اہل ہند کے نام شائع کیا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

شاید آپ کو یاد ہوگا۔ کہ یہاں وائسرائے کا چارج لے کر جب میں نے ریڈیو پر تقریر کی تھی اسوقت یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ امید کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کہ جن آئینی تغیرات سے ہم کو سابقہ پڑنا ہے۔ بلا دقت کے عمل میں آجائیںگے آج میں چندان مشکلات کا ذکر کروں گا۔ جو آئین نو کے متعلق پیش آرہی ہیں۔ اور اس بات کی پوری کوشش کروں گا۔ کہ ان کے پورے طور پر حل کرنے میں کچھ مدد کر سکوں۔

جب آپ اس بیان کو پڑھیں تو میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ دو باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھے اسکی واقعی فکر ہے کہ ضرورت سے زیادہ رسمی اور اصطلاحی باتوں میں نہ پڑوں پھر بھی یہ ضروری ہے۔ کہ ایسے اہم معاملات میں میں ایسی زبان استعمال کروں۔ جو غیر مبہم ہو۔ اور گو آپ کی توجہ پر اس کا بہت بار پڑیگا تاہم میں یہ کوشش نہ کروں گا۔ کہ جن معاملات کا مجھے ذکر کرنا ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ مختصر یا ضرورت سے زیادہ سہل کروں۔ دوسری بات یہ کہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ گو میرے الفاظ آپ کو ذرا رسمی معلوم ہوں پھر بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ ان معاملات پر جسطرح سے میں غور کرتا ہوں اس میں میری ہمدردی اور خلوص شامل نہیں ہے۔ مجھے اس کا اچھی طرح احساس ہے۔ کہ آپ کے دل اور آپ کے دماغ پر ان مسائل کا بہت گہرا اثر ہے۔ اور جو صورت اسوقت ہمیں درپیش ہے۔ اس پر محض قانونی الفاظ یا آئینی نظریات سے پورا قابو کبھی نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس صورت کا بہت قریبی تعلق آپ کے ان جذبات اور احساسات سے ہے جو ہمارے گوشت و پوست کی فطرت کی وجہ سے ہمارے دماغ پر بہت گہرا اثر رکھتے ہیں۔ اور جن کا ہمارے خیالات کی تشکیل میں بہت بڑا حصہ ہے

خاموشی کی وجہ

جس جماعت کو مجالس قانون ساز میں ووٹوں کی اکثریت حاصل ہے۔ اور اس نے بعض صوبوں میں عہدے قبول کرنے سے جو انکار کیا ہے۔ اور اس سے جو آئینی مسائل پیدا ہوئے ہیں ان کے متعلق کسی قسم کا پبلک بیان دینے سے میں نے ابھی تک پرہیز کیا۔ اور میں نے یہ فیصلہ سمجھ سوچ کر کیا تھا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ قانون کے ماتحت صوبوں کے گورنر اپنی رائے اور ذاتی فیصلے کے مطابق جو کارروائی کریں اس پر عام نگرانی کا گورنر جنرل کو اختیار رہے بالکل اسی طرح جیسے کہ گورنر جنرل پر وزیر ہند کی نگرانی ہے۔ لیکن اسکیم اور مقصد اور نئے آئین کا مفہوم جب ہمارے سامنے ہے۔ تو ایسے معاملات جو ان تمام صوبوں میں جہاں مجالس قانون ساز کی اکثریت پارٹی عہدے قبول کرنے سے انکار کر چکی ہے۔ جو اسوقت زیر بحث ہیں۔ ان پر اس صوبے کے گورنر اور صوبہ کی متعلقہ پارٹی کے لیڈروں کے درمیان بات چیت ہونی چاہیئے۔

شکوک اور غلط فہمیاں

تاہم اب موقع آگیا ہے۔ جب کہ ایک عام انسان اور رائے دہندہ کے فائدے کے لئے میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا۔ کہ میں خود اس بحث کو ان بیانات کی روشنی میں اٹھاؤں جو جناب وزیر ہند نے پارلیمنٹ میں دیئے۔ یا صوبوں کے گورنروں نے پیش کئے۔ اور یہ کہ عہدے قبول کرنے کے بارے میں جو آئینی مسائل سامنے آگئے ہیں۔ ان پر خود اپنا رویہ جو کہ وزیر ہند اور ہندوستان کے ہر صوبہ کے گورنر کے مطابق ہے۔ وہ حتی الامکان پوری صفائی اور احتیاط کے ساتھ پبلک طور پر ظاہر کروں۔

قبل اس کے کہ میں موجودہ صورت حال کے آئینی پہلو پر بحث کروں۔ اور باضابطہ طور پر گورنروں اور ان کے وزیروں کے تعلقات کو بیان کروں۔ اور اس بحث کے آخری درجہ میں ایک مرتبہ پھر وہ اسپرٹ ظاہر کر دوں۔ جسکے ماتحت گورنر و گورنر جنرل اور ملک معظم کی حکومت اس مسئلہ کو دیکھیں گے۔ میں نہایت ہی مختصر طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ گزشتہ تین ماہ میں اس مسئلہ پر جو مباحث ہوئے ہیں۔ وہ میری رائے میں کتنے بیش قیمت ہیں۔ یہ مباحث نہایت ہی اہمیت کے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ ہر آئینی جماعت کیلئے بلا استثناء اہم ہے مختلف پارٹی کے ذمہ وار لیڈروں نے جو بیانات دئے اُن سے یہ بات بہت ہی صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ کہ تین ماہ پہلے بعض حلقوں میں گورنروں سے اُن کے وزیروں کے تعلقات کے بارے میں اور صوبہ کے روزانہ انتظامی معاملات میں وزیروں کے کام میں گورنر کو مداخلت دینے کا کس حد تک اور کس طرح سے اختیار رہے۔ حقیقت میں شبہات اور غلط فہمیاں موجود تھیں مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ پارلیمنٹ میں اور اخبارات میں اور جلسوں میں جو مباحث ہوئے۔ اُن سے یہ شبہات اور غلط فہمیاں بہت بڑی حد تک دور ہو گئیں جو لوگ اس آئین کے مقصد اور نئے آئین میں گورنروں کے رویہ اور حیثیت کے بارے میں کچھ شبہ رکھتے تھے ان کے لئے ان مباحث کے بعد یہ ممکن ہو گیا ہے۔ کہ جو مختلف دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کی کمزوری اور قوت کو اور جو مختلف قسم کے نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ ان کو پوری تفصیل کے ساتھ ہم پہلے سے جانچیں اور ان مباحث سے اس ملک میں ملک معظم کے نمائندوں کو اور انگلستان میں ملک معظم کی حکومت کو یہ موقع حاصل ہوا۔ کہ وہ خود غلط فہمیوں کو رفع کریں۔ اور صوبہ جات کے گورنروں پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ان کی نوعیت پر اپنا خیال بالکل صاف اور غیر مبہم طور پر ظاہر کر دیں اور یہ بتائیں۔ کہ ان فرائض کو خود گورنر کس اسپرٹ میں انجام دیں۔ اور پارلیمنٹ ان سے کس اسپرٹ کی توقع کرتی ہے۔ نیز یہ کہ گورنر اپنے وزراء کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھ کر کام کریں۔ اور کس حد تک گورنر خود اس جماعت سے بالکل الگ تھلگ رہیں۔ اور کس حد تک وہ اپنے وزراء کا کہنا مانیں جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت اس آئین پر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔

گزشتہ تین ماہ کا تجربہ

گزشتہ تین ماہ کا تجربہ اس لحاظ سے بہت ہی مفید رہا۔ کہ اس میں ملک معظم کی حکومت کو اور پارلیمنٹ کو اور صوبہ جات کے گورنروں کو یہ موقع ملا۔ کہ وہ اپنی پوزیشن کو غیر مبہم طور پر صاف کر دیں اور میرے نزدیک یہ اس لحاظ سے بھی مفید رہا۔ کہ یکم اپریل سے ہندوستان کے ہر صوبہ میں نئے آئین کے عمل کا تجربہ حاصل ہو گیا۔ تین مہینے پیشتر ایک بڑی سیاسی جماعت نے چھ صوبوں میں مجالس قانون ساز میں اکثریت حاصل تھی یہ محسوس کیا۔ کہ مجالس قانون ساز میں اکثریت کے باوجود اس وقت تک اس کے لئے عہدے قبول کرنا مناسب نہ ہوگا۔ جب تک کہ گورنروں سے بعض امور کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق عدم مداخلت کا یقین حاصل نہ کریں۔ اس آئین پر تین ماہ کے عمل سے (گو میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ مدت مختصر ضرور ہے) عملی طور پر یہ بات پوری طرح سے ثابت ہو گئی ہے۔ کہ اس خبر کا یقین دلانے میں جو قانونی دشواریاں تھیں۔ وہ تو الگ رہیں۔ یہ یقین آئین کے ہموار اور خوشگوار عمل درآمد کے لئے ضروری بھی نہیں ہے۔ ہر صوبہ میں وزیروں کو عملی تجربہ سے یہ جانچنے کا موقع مل گیا۔ کہ سرکاری محکموں کی امداد اور اشتراک عمل ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہ صوبہ کے روزمرہ کے انتظامات اور اپنے صوبوں کے گورنروں کے تعلقات میں گورنروں نے پورے طور پر اور بلا کسی تعصب یا ذاتی پرخاش کے اپنی امداد ہمدردی اشتراک عمل اور تجربہ سے ان کی مدد کرنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ وہ اس پر بھروسا کر سکتے ہیں۔

اس تین ماہ کی مدت میں یہ بات بھی بلا کسی شک وشبہ کے ظاہر ہو گئی۔ کہ ایسے شبہات کہ گورنر اپنے وزیروں کے پالیسی میں دخل دینے کا موقع ڈھونڈتے رہیں گے۔ یا ایکٹ کے ماتحت جو خاص ذمہ داریاں ان پر عائد کی گئی ہیں۔ انہیں استعمال کر کے وہ بلاضرورت صوبہ کے روزمرہ کے انتظامات میں رکاوٹ پیدا کرینگے۔ یا وزیروں کے کام میں دخل دیں گے۔ بالکل بے بنیاد اور بے سبب تھے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ جو لوگ یہ شبہات رکھتے تھے ان کی نیت صاف تھی۔ گو واقعتاً ایسے شبہوں کا کوئی موقع نہ تھا۔

گورنروں اور وزیروں کے تعلقات

آئین کی تشکیل میں میرا قریبی تعلق رہا ہے۔ میں اس سے بخوبی واقف ہوں کہ پارلیمنٹ کی جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی میں اور نیز پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ ایک ایسی اسکیم تیار کی جائے۔ جو قوم کے منتخب کردہ وزیروں کو حقیقی اور معقول اختیارات دیدے۔ اور جن سے وزیروں کو یہ محسوس ہو۔ کہ گورنروں اور سرکاری محکموں کے اشتراک عمل سے وہ پورے بھروسے کے ساتھ ایسے قانون کو نافذ کر سکتے ہیں جو اس صوبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا موجب ہوں۔ جس کی حکومت ان کے ہاتھ میں ہے۔ ایکٹ اور بیاض ہدایات جو اسی ایکٹ کا ایک جزو ہے۔ دونوں پارلیمنٹ میں منظور ہو چکے ہیں۔ ان سے پارلیمنٹ کا مقصد اور پارلیمنٹ نے گورنروں کو جو ہدایت دی ہے۔ اس کا منشا صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ان دستاویزوں سے بلا کسی شک وشبہ کے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ صوبجاتی خودمختاری کے ماتحت ان تمام معاملات میں جو کہ وزیروں کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ جس میں اقلیتوں کی حیثیت اور سرکاری محکموں کے معاملات شامل ہیں۔ گورنر معمولاً اپنے اختیارات کے استعمال میں وزیروں کے مشورہ کی پابندی کرے گا اور یہ وزیر پارلیمنٹ کے سامنے نہیں بلکہ صوبہ کی مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

خاص اختیارات

اس قاعدے میں صرف ایک شرط ہے۔ اور وہ ان خاص اختیارات کے بارے میں ہے۔ جو پوری طرح واضح کر دئے گئے ہیں۔ ان معاملات میں سب سے اہم خاص ذمہ داریاں ہیں۔ اور پھر ان خاص ذمہ داریوں میں سب سے اہم صوبہ کے اندر یا صوبہ کے کسی حصہ میں امن و امان کو خطرے میں ڈالنے والی باتوں کی روک تھام کرنا اقلیتوں کے جائز مفاد کی حفاظت کرنا اور قانون کے ماتحت سرکاری ملازموں اور ان کے متعلقین کو جو حقوق حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی اور ان کے جائز مفاد کی نگہداشت کرنا ان خاص ذمہ داریوں میں سے کوئی ایسی نہیں ہے۔ جو پارلیمنٹ نے بلا سوچے سمجھے گورنر کے کندھوں پر ڈالدی ہو۔ ان میں سے ہر ایک کی بنیاد یہ ہے۔ کہ پارلیمنٹ نے جائز اور معقول مفاد کے مطالبات کو محسوس کیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ گورنر کو اس قانون کے ماتحت یہ اختیار حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے موقع بے موقع جب جی چاہے۔ صوبہ کے انتظام میں مداخلت کر سکتا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔

یہ خاص ذمہ داریاں بہت ہی محدود ہیں۔ اور ان حدوں کے اندر بھی گورنر کو ہر وقت یہ فکر رہے گی کہ وزیروں کو اپنے ساتھ ملائے رکھے۔ اس کے علاوہ وزیروں کی ذمہ داریوں کے میدان میں گورنر اس کا پابند ہوگا۔ کہ وہ وزیروں کے مشورہ پر عمل کرے۔ خواہ اسے یہ پورا اطمینان نہ بھی ہو۔ کہ ان حالات میں وزیروں نے جو مشورہ دیا ہے۔ وہ یقینی اور قطعی طور پر صحیح مشورہ ہے۔ پچھلے تین مہینوں میں ہندوستان کے ہر صوبہ میں جو حالات پیش آئے ان سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ عملی طور پر کس حد تک ان خاص ذمہ داریوں سے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ دونوں طرف نیک نیتی اور اس آئین کو بحیثیت مجموعی صوبہ کے نفع کی خاطر چلانے کی خواہش موجود تھی۔ میرا خیال ہے کہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ کوئی ایسا موقع نہیں آیا۔ جب کہ اس معاملہ میں کوئی مشکل یا چپقلش پیدا ہوئی ہو۔

وزیروں کے اختیارات میں گورنر مداخلت نہیں کریگا

میرا خیال ہے کہ میں نے یہ بات صاف کر دی ہے۔ کہ اس ایکٹ میں پارلیمنٹ کا منشا کیا ہے۔ اور یہ کہ اسمیں صوبہ کے انتظام کا عملی اختیار وزیروں کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ گورنر اپنی رائے اور فیصلے پر عمل کر کے خاص ذمہ داریوں کو جس طرح انجام دیگا اس کا دائرہ اس حد تک محدود کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک اس کی شدید ضرورت سمجھی گئی۔ میں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وزیروں کے دائرہ اختیار میں گورنر کبھی دخل نہ دے گا۔ بجز ان معاملات کے جن میں اسے اپنی ذاتی رائے پر چلنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اختلاف کی صورت

اب میں اس سوال کو لیتا ہوں کہ اگر بدقسمتی سے کبھی ایسا موقع آجائے جبکہ گورنر اور اس کے وزیروں میں اتفاق نہ ہو تو اس وقت کیا صورت پیدا ہوگی۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وزراء کا یہ فرض ہے کہ وہ گورنروں کو ان تمام معاملات میں مشورہ دیں۔ جو وزارتی اختیارات کے دائرے میں تمام انتظامی معاملات سے متعلق ہیں۔ اور اس میں خاص ذمہ داریوں کا دائرہ بھی شامل ہے۔ اس طرح سے جو مشورہ دیا جائے گا وہ خواہ خاص ذمہ داریوں سے متعلق ہو یا نہ ہو۔ اس کے بارے میں وزراء مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہونگے۔ ان تمام معاملات میں جن میں گورنر کو اپنی ذاتی رائے پر چلنے کا اختیار نہیں ہے۔ گورنر اس کا پابند ہے۔ کہ وہ اپنے وزراء کے مشورے پر عمل کرے۔ اس محدود دائرے میں جو اس کی خاص ذمہ داریوں سے متعلق ہے۔ گورنر براہ راست پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہے۔ چاہے وہ اپنے وزیروں کا مشورہ مانے یا نہ مانے۔ لیکن اگر وہ اپنے وزیروں کا مشورہ نہ مانے گا۔ تو تو اس کے فیصلہ کی ذمہ داری تنہا اس پر عائد ہوگی۔ اس صورت میں وزراء پر اس فیصلہ کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ اور ان کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اگر چاہیں تو اس کا اعلان کر دیں۔ کہ اس خاص فیصلے کی ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور اس کا بھی اعلان کر سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے گورنر کو اس کے خلاف مشورہ دیا تھا۔

گورنر وزیروں کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کریگا

لیکن ہر گورنر کو اپنی وزارت کی تائید حاصل کرنے کی فکر ہوگی۔ یا اس امر کا اطمینان کرنے کی۔ کہ وہ اپنی خاص ذمہ داری کو انجام دینے میں اپنے وزیروں کو تائید یا مشورے کے خلاف کام نہیں کر رہا ہے۔

424

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جہاں تک میں دیکھتا ہوں۔ (اور اس وقت جو رائے میں ظاہر کر رہا ہوں۔ وہ ہندوستان کے ہر گورنر اور جناب وزیر ہند کی بھی رائے ہے۔) وہ ایسی حالت میں پہلے وزارت یا وزیر پر اپنا خیال پورے طور سے ظاہر کر دے گا گورنر اسے وہ وجوہ بتائے گا۔ جن کی بنا پر اس کی رائے میں ایسا طریق عمل اختیار کرنے یا ایسا خاص حکم جاری کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس کے سامنے دوسری طرف سے جو دلیلیں پیش کی جائیں گی وہ سمجھنے اور قائل ہونے کی نیت سے سنے گا۔ اگر وہ دلیلوں کو درست سمجھے گا۔ تو وہ جس حد تک مناسب سمجھے گا اپنی رائے کو بدل دیگا۔ برخلاف اس کے۔ اگر وہ ان دلیلوں کو نادرست سمجھے گا۔ تو قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے وہ اس بات کی امکانی کوشش کرے گا کہ وزیر یا وزارت کو اچھی طرح سے یہ بات سمجھا دے۔ کہ جن وجوہ کی بنا پر میں تمہاری رائے نہیں مان رہا ہوں وہ معقول ہیں۔ اور اگر ان حالات میں وہ پھر بھی وزراء کو اپنے اطمینان کے مطابق قائل نہ کر سکے۔ تو وہ اپنا فیصلہ خود کرے گا۔ اور اپنا حکم جاری کرے گا۔ اور اس بات پر پورا افسوس ظاہر کرے۔ کہ اس کو اپنی وزارت کی تائید حاصل نہ ہو سکی اور ایسا حکم جاری کرنے سے پہلے وہ اپنی وزارت کو قائل کرنے کے تمام طریقے استعمال کرے گا۔ اس کا فیصلہ ان ذمہ داریوں کے پیش نظر صحیح تھا۔ جو ایکٹ کے بموجب اس پر عائد ہوتی ہے۔ یہاں تک تو وہ عام اصول تھا جس کے بموجب میری رائے میں گورنر کو ایسی صورت حال کا حل کرنا چاہیئے جس پر ہم بحث کر رہے تھے۔

خاص ذمہ واریاں

لیکن خاص ذمہ داریاں جن کے دائرے کی پورے طور پر وضاحت کر دی گئی ہے۔ ان میں ایسے معاملات اور فیصلے بھی شامل ہیں۔ جن کی اہمیت میں یقیناً بہت فرق ہوگا۔ اب میں اسی جگہ یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا ہر معاملہ چاہے اس کی اہمیت زیادہ ہو۔ یا کم۔ وہ یکساں طریق عمل اختیار کرے گا۔ کیا وزارت کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ معاملہ کی واقعی اہمیت چاہے جتنی زیادہ یا کم ہو جب کبھی اس کے مشورہ پر عمل کرنے سے گورنر انکار کریں۔ تو اس کی حیثیت پر یکساں اثر پڑے گا؟ ایک ایسے معاملہ میں جس میں گورنر اپنی خاص ذمہ واریوں کو انجام دیتے ہیں اور اپنی وزارت کو قائل کرنے کے ان تمام ذرائع سے کام لینے کے بعد جن کو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ایسا حکم جاری کرنے پر مجبور ہو جائے جس سے اس کی حکومت متفق نہ ہو۔ تو کیا حکومت کو استعفا دینا چاہیئے یا اسے اپنا کام کرنے دینا چاہیئے۔ اور پبلک طور پر یا پرائیویٹ طور پر یا دونوں طرح سے متعلقہ حکم کے بارے میں اپنی روش کو ظاہر کر دینا چاہیئے گورنر کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اسے برطرف کر دے۔ یہی وہ سب معاملے ہیں۔ جو بڑی اہمیت رکھتے ہیں ان کی طرف حال میں تمام سیاسی جماعتوں کی خاص توجہ رہی ہے۔ اس لئے کہ ایسے معاملے میں جو اعلان ہوگا۔ وہ ہندوستان کے ہر صوبہ کی ہر جماعت کے لئے اہم ہوگا۔ صوبوں میں اکثریت کی جماعت کے ممتاز لوگوں یا ان سے تعلق رکھنے والے اصحاب کے بیانات سے خاص کر میں نے یہ اندازہ کیا ہے۔ کہ ان سوالات کے جوابات پر اس بات کا انحصار ہے کہ اکثریت کی جماعت جدید آئین کے عمل درآمد میں کیا طریق اختیار کرے گی اور جس حد تک صوبوں کے وزراء ایسے معاملات میں جو ایکٹ کے بموجب ان کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ گورنروں سے مناسب سلوک اور عدم مداخلت کی امید کر سکتے ہیں۔

اس کے بارے میں جو پس و پیش ہنوز ہے۔ وہ قطعی طور پر دور ہو جائے۔ اس ملک کی ہر اس سیاسی جماعت کے لئے جس کے ذمے اس آئین کا چلانا ہو۔ باجو ان اختیارات اور ذمہ واریوں سے فائدہ اٹھانا چاہے۔ جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نے قوم کے منتخب شدہ وزیروں کے ہاتھ میں دی ہیں۔ ان سوالات کا جواب بہت ہی اہم ہے لہذا اس معاملے کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے یہ مناسب ہوگا کہ میں بلا کسی شبہ کے اور اس پورے اختیار کے ساتھ جو مجھے حاصل ہے۔ اس کے بارے میں اپنی پوزیشن کو واضح کر دوں اور یہی پوزیشن جناب وزیر ہند اور صوبہ جات کے گورنروں کی ہے۔

استعفا اور برطرفی کا سوال

سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں تناسب کا قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔ اس وجہ سے حال ہی میں مسٹر گاندھی نے جو کارآمد تجویز پیش کی ہے۔ اس کا میں خیر مقدم کرتا ہوں۔ یعنی یہ کہ صرف ایسی حالت میں جب کہ گورنر اور اس کے وزراء کے درمیان اختلاف شدید حد تک پہنچ جائے۔ ان کے قطع تعلقات کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔

"شدید اختلاف" ایک ایسا جملہ ہے جس کے کئی معنی نکل سکتے ہیں۔ لیکن جو شخص ذرا بھی سیاسی یا انتظامی تجربہ رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک اس کا عام مفہوم کافی واضح ہے۔ اس معاملہ کا واقعی اہم ہونا ضروری ہے۔ میں تو یہ کہوں گا۔ کہ یہ معاملہ اس قسم کا ہونا چاہیئے جس کے متعلق وزارت یہ محسوس کرے۔ کہ گورنر نے ایکٹ کے ماتحت اپنی ذمہ واریوں کے انجام دینے میں ان کے مشورہ کے خلاف جو کارروائی کی ہے۔ اس سے وزارت کے وقار اور اس کی پوزیشن پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کی کارروائی میں براہ راست یا بالواسطہ وزراء کی کوئی ذمہ داری نہ تھی۔ اور یہ کہ گورنر نے اپنی وزارت کو اس بات کے قائل کرنے کی امکانی کوشش کر لی تھی۔ کہ اپنی ذمہ واریوں کے انجام دینے میں اسے بجز اس طریق کار کے کوئی چارہ کار نہ تھا میں یہ مانے لیتا ہوں۔ کہ ایسے موقع پر جب کوئی ایسا معاملہ آجائے جہاں گورنر اور اس کے وزراء نے اس پر بلا تعصب اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ (گورنر کی اپنی خاص ذمہ واریوں کے بارے میں پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہی اور وزارت کی صوبجاتی مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہی) غور کر لیا ہو۔ اور کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا ہو تو یا وزارت کو استعفا دینا چاہیئے۔ یا گورنر کو اسے برطرف کر دینا چاہیئے۔

استعفا یا برطرفی میں معمولی آئینی رواج کے بموجب زیادہ تر رجحان استعفا کی طرف ہے۔ برطرفی سے جو آئینی رواج میں کم ہوتی ہے۔ بظاہر تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔ اور یہ ایک پہلو ہے۔ جسے ہم بہر صورت جدید آئینی انتظامات سے خارج کر دینا چاہتے ہیں۔ میرے لئے شاید یہ بھی کہہ دینا مناسب ہوگا کہ یہ تجویز کہ گورنر بعض صورتوں میں اپنے وزراء سے استعفا طلب کرے۔ ایسا حل نہیں ہے۔ جو اس ایکٹ میں رکھا گیا ہو۔ اور اس لئے گورنروں کیلئے استعفا طلب کرنا ممکن نہ ہوگا۔ استعفا اور برطرفی دونوں ممکن ہیں۔ پہلی بات وزراء کی مرضی پر ہے اور دوسری گورنروں کی۔ لیکن ایکٹ میں یہ نہیں ہے۔ کہ گورنر کی مرضی سے وزیروں کی رائے پر اثر ڈالا جائے۔ اور اس طرح سے گورنر اپنی ذمہ داری اپنے سر سے اتار کر دوسرے کے سر ڈال دے۔

میں نے قصداً ایک غیر معمولی مثال لی ہے یعنی ایسی حیثیت جس میں استعفا یا برطرفی ضروری ہو۔ اس لئے کہ اسی غیر معمولی مثال کی طرف ساری توجہ مبذول کی جا رہی ہے۔ لیکن میری رائے میں یہ غیر معمولی صورت ایسی ہے جس کے معمولی حالات میں پیدا ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ اور ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ ہم ایک ایسی صورت کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں۔ جو معمولی حالات میں اور گورنر اور اسکے وزراء کے درمیان دوستانہ اور مفاہمانہ تعلقات کے ہوتے ہوئے دائرہ امکان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دور ہے۔ عموماً ایسے اختلافات جو گورنر اور اس کے وزراء کے درمیان پیدا ہوں وہ فریقین کی نیک اندیشی سے دونوں میں سمجھوتہ ہو کر معمولی انتظامی امور میں طے ہو جائیں گے۔ اور استعفاء یا برطرفی کی قسم کا سنگین مسئلہ سامنے نہ آئے گا میں وہ طریقہ پہلے ہی بتا چکا ہوں جس کے بموجب میرے نزدیک گورنر ایسی صورت کا حل کریں گے۔ جس میں اختلاف رائے پایا جائے گا۔ مجھے اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں ہے۔ اور اس بنیاد پر پیچیدگی پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام گورنروں کو یہ فکر ہو گی۔ جس کی میں خود تصدیق کرتا ہوں۔ کہ ان میں اور ان کے وزراء میں چاہے جس جماعت کے ہوں اختلافات نہ پیدا ہونے پائیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ وہ ایسے اختلافات کو دور کرے۔ یا ان سے بچنے کی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔

عملی تجربہ کی روشنی میں

مجھے اس بات کی فکر تھی۔ کہ صورت حال جو میرے سامنے ہے۔ اس کا ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر کردوں۔ اس لئے کہ یہ ضروری ہے۔ کہ جن طبقوں اور قوموں اور علاقوں میں یہ ایکٹ نافذ ہو گا۔ انہیں خاص ذمہ داریوں کی ضمانت پر کسی حال میں یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ اور نہ ایسا سمجھنے کا ذرہ بھر بھی موقع ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی ایسا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ جس میں ان کے مفاد سیاسی اغراض پر قربان کر دئے جائیں۔ جہاں تک گورنروں کا تعلق ہے۔ میں انہیں پورے اعتماد اور پورے اختیار کے ساتھ اس بات کا اطمینان دلا سکتا ہوں۔ جن صوبوں میں اس وقت ایسی وزارتیں حکومت کر رہی ہیں۔ جہاں مجالس قانون ساز میں انہیں اکثریت حاصل ہے۔ ان کا تجربہ قطعی طور پر ہمت افزا ہے۔ دیگر صوبوں میں اکثریت کی جماعت کے لیڈروں نے واضح کر دیا ہے۔ کہ خود اس جماعت کے نقطہ نظر سے ایسے مفاد پر حملہ کرنا کس قدر تنگ نظری کی بات ہو گی۔ اور یہ کس حد تک خلاف قیاس ہے

اپنی طرف سے میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان مفاد کو کوئی صدمہ پہنچائے بغیر اور ان کی قربانی کئے بغیر میرے خیال میں گورنر اور ان کے وزراء یہ توقع کرتے ہیں۔ کہ ایکٹ کے ضوابط کے ماتحت وہ آئین کو اس طرح چلا سکیں۔ جو اس ایکٹ کا منشأ ہے۔ اور ایسے حالات کے علاوہ جو میرے نزدیک قرین قیاس نہیں ہیں۔ ایسے اختلافات سے بچے رہیں۔ جن کا اس محدود دائرے کے اندر جس میں گورنر پر چند خاص ذمہ داریاں اور فرائض عائد کئے گئے ہیں۔ گورنر اور اس کی وزارت کے تعلقات پر اثر پڑے۔

اصلی صورت حالات

جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس پر تجدید نظر کرتے ہوئے صورت حال یہ ہے صوبہ میں انتظامی اختیار گورنر کے نام سے چلتا ہے۔ لیکن وزارت کے حلقہ اختیار میں ان قیود کے ماتحت جن کا میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں۔ گورنر ان کا پابند ہے۔ کہ وہ اس انتظامی اختیار کو اپنے وزیروں کے مشورے سے انجام دے۔ بعض دائرے جو سختی سے معین و محدود کر دئے گئے ہیں۔ ان کے اندر دوسرے معاملات کی طرح اصلی ذمہ داری وزراء کی ہے۔ تاہم گورنر بالآخر پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ رہتا ہے بقیہ تمام دائرے کے اندر وزراء تنہا ذمہ دار ہیں۔ اور وہ صوبجاتی مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہیں۔ گورنر اپنی خاص ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اس بات کیلئے آزاد رہے گا۔ بلکہ درحقیقت اس کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اگر یہ خیال کرے کہ وزراء جو طریق کار تجویز کرتے ہیں۔ وہ اقلیتوں کو یا مخصوص علاقوں کو یا دیگر اغراض متعلقہ کو کوئی نقصان پہنچائے گا تو وہ اپنے وزراء کے مشورے کے خلاف عمل کرے گا۔ ایسے معاملات میں فیصلہ گورنر کے اختیار پر ہو گا۔ اور یہ فیصلہ کرنے میں وہ پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ لیکن ایسی مداخلت کے

امکانات کا دائرہ سختی سے محدود دائرے سے باہر جو خاص کر اس کے سر عائد کی گئی ہیں۔ صوبے کے روزمرہ کے انتظامی امور میں دخل دینے کے لئے آزاد ہے۔ یا اُسے اس کا حق یا اختیار حاصل ہے۔ اس محدود دائرے کے اندر بھی اپنے وزیروں کے مشورہ کے خلاف فیصلہ کرنے سے پیشتر گورنر کو اس بات کی امکانی کوشش کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے وزیروں کو وہ وجوہ اچھی طرح سمجھا دے جن کے بموجب جو فیصلہ اس نے کیا ہے۔ اس کے لئے وہ مجبور تھا۔ اور یہ کہ اس کا فیصلہ صحیح ہے۔ وہ اپنے خیالات پورے طور پر وزراء کے سامنے پیش کر دے گا۔ اور ان دلائل کو سنے گا۔ جو وزراء پیش کرینگے۔ اپنا فیصلہ وہ ان دلائل کو ذہن نشین کرنے کے بعد کرے گا۔ اور اس کے متعلق قائل ہونے کے لئے تیار رہے گا۔ ان حالات میں طرفین نیک اندیشی سے کام لیں گے۔ جس کے بارے میں جہاں تک گورنروں کا تعلق ہے۔ میں ہز مجسٹی ملک معظم کی حکومت کی طرف سے اطمینان دلا سکتا ہوں۔ معمولاً چپقلش پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اصولاً کوئی ایسا دستور جس میں اختلاف رائے کی صورت میں خواہ وہ کتنا ہی غیر اہم ہو وزارت سے استعفاً دینا یا برطرف ہونا ضروری ہو جائے غیر مناسب ہے۔ اور ایسے دستور پر جو اعتراضات ہو سکتے ہیں۔ ان کو نمایاں کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ دائرہ زیر بحث کے اندر بعض معاملات ایسے ہوں کہ جو بالکل غیر اہم ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ گورنر اور اس کے وزراء کی پوزیشن بالکل غیر استوار ہو جائے۔ اگر ہر ایسی صورت میں گورنر پر دستور کے ماتحت یہ پابندی عائد کر دی جائے۔ کہ وہ اپنے وزراء کو برطرف کر دے۔ یا وزیروں کو یہ محسوس ہو کہ ان کے لئے استعفا دینا لازمی ہے۔ ایسی صورت میں انتظام میں جو استواری پیدا ہو گی۔ اور وزراء کی

ساکھ جس طرح کھوئی جائے گی۔ وہ بالکل ناقابل برداشت ہو گی۔ مزید برآں وزیروں کو ایک ایسے فیصلے کی وجہ سے مجبوراً استعفا دینا پڑے گا۔ جس کی ذمہ داری ان پر کسی طرح عائد نہیں ہوتی۔ اور جس کے بارے میں وہ یہ بھی کر سکتے ہیں۔ کہ پبلک طور پر اس کا اعلان کر دیں۔ کہ وہ گورنر سے متفق نہیں ہیں۔ اور گورنر نے خود اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے میں یہ خاص طریق عمل اختیار کیا ہے۔ تاریخ کا تجربہ بتاتا ہے۔ کہ آئینی ترقی ایسے محکم گیر دستور سے نہیں ہوتی۔ بلکہ آپس کے سمجھوتے اور اس طرح سے ہوتی ہے۔ جو ایک کامیاب جمہوری آئین کی خصوصیت ہے

کس صورت میں استعفےٰ دیا جا سکتا ہے

برعکس اس کے جب کوئی واقعی سنگین معاملہ پیش آجائے۔ اور وزراء باوجود اس کے کہ وہ گورنر کے آخری فیصلے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور بلا کسی آئینی دقت کے اس بات کا اعلان کر سکتے ہیں۔ یہ محسوس کریں۔ کہ اس کارروائی سے ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور پارلیمنٹری جماعت کی حیثیت سے ان کی پوزیشن پر اتنا برا اثر پڑا ہے۔ کہ وہ اگر انتظامی معاملات میں گورنر کے ساتھ شریک کار بنیں۔ تو ملک میں غلط فہمی پھیلے گی۔ اس وقت وزراء کو استعفا دینے کا اختیار ہے۔ یا اگر وہ استعفا نہ دیں۔ اور گورنر یہ محسوس کرے کہ وزراء کے ساتھ ان کی رفاقت پبلک کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے قائم نہیں رہ سکتی۔ تو گورنر کو اس کا اختیار ہے۔ بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود وزراء کا مقصد بھی یہی ہو گا۔ کہ ایسی صورت حال نہ پیدا ہونے پائے محض یہ حقیقت گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ایسی ہنگامی صورتوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ چند وزراء کی برطرفی یا آئین کا تعطل وغیرہ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایکٹ بنانے والوں کا یا جو لوگ اس کے چلانے کے ذمہ دار ہیں۔ ان کا یا کسی ایسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخص کا جو اس عظیم الشان ملک کی آئینی ترقی و نشوونما کے خواہشمند ہیں۔ یہہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی خاص صورتیں درحقیقت پیش آجائے گی۔ پارلیمنٹ کا مقصد اور ہندوستان میں جو لوگ تاج برطانیہ کے ملازم ہیں۔ اور جن پر اس قانون کے ضوابط نافذ کرنے کی ذمہ واری عائد کی گئی ہے۔ ان کا منشا یقیناً یہ ہونا چاہیئے۔ اور ہے کہ ہر صوبہ کی ترقی و اصلاح کے لئے اور ہندوستان کی بحیثیت مجموعی ترقی و اصلاح کے لئے قوم کے منتخب نمائندوں کے ساتھ ہم آہنگی اور اشتراک کو دائرہ عمل میں لانے کی امکانی کوشش کریں اور اقلیتوں کے بارے میں اور اس قسم کی دوسری باتوں کے لئے جو خاص ذمہ داریاں ایکٹ کے بموجب ان پر عائد کی گئی ہیں۔ ان کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی صورت نہ پیش آنے دیں۔ کہ اس حد تک اختلاف رائے پیدا ہو جائے کہ گورنمنٹ کی مشین قطعی طور پر معطل ہو جائے۔ یا گورنر اور اس کے وزرا کے مابین وہ کارآمد رفاقت ختم ہو جائے جو اس ایکٹ کی بنیاد ہے۔ اور جو نصب العین جناب وزیر ہند اور گورنر جنرل اور صوبوں کے گورنروں کے یکساں پیش نظر ہے۔

قبل اس کے کہ میں آپ سے رخصت ہوں۔ آپ غالباً مجھ سے یہ خواہش کریں گے کہ تمام اصطلاحی گفتگو کو ختم کر کے علیحدہ طور پر آپ سے اس طرح گفتگو کروں۔ جیسا کہ ایک ایسے شخص کو کرنا چاہیئے۔ جسے پارلیمنٹ کے کام کا معقول تجربہ ہے اور جس نے جدید آئین کی تشکیل میں کچھ حصہ دیا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ میں سے بعض حضرات کا یہ خیال ہے۔ اور پختگی سے خیال ہے۔ کہ اصلاحات کا یہ خاکہ کامل خود اختیاری حکومت کی طرف کافی حد تک نہیں۔ جن لوگوں کی یہ رائے ہے۔ ان کے خلوص پر مجھے کوئی شبہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ ہر ذمہ دار آدمی ایسے اہم معاملہ پر اپنی رائے قائم کرتے وقت ہندوستان کے بہترین مفاد کا لحاظ کرتے ہوئے اس بات کی پوری کوشش کرے گا کہ وہ سمجھ بوجھ کر رائے قائم کرے۔ اور جو کچھ اسے ان مفاد کی ترقی کی خاطر کرنا ہے۔ اس کے متعلق صحیح فیصلہ کرے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میری یہ سچی رائے ہے۔ کہ اگر ہر طرف سے نیک اندیشی کا اظہار کیا جائے تو یہ آئین کارگر ثابت ہوگا۔ اور تجربہ کرنے پر یہ مفید ثابت ہوگا۔ اس وقت یہ اس ملک کا آئین بن گیا ہے۔ اور اس پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اس کے باوجود یہی ایک مکمل اور منظم سیاسی اصلاح کی سکیم ہے۔ جو پبلک کے سامنے ہے۔ مجھے پورا یقین ہے۔ کہ وہ مکمل سیاسی زندگی جس کی آپ میں سے اکثر حضرات کو خواہش ہے اس کا نزدیک ترین یہی راستہ ہے کہ اس آئین کو قبول کر لیں۔ اور اس سے جو کچھ بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسے حاصل کریں۔ سیاسی مسائل فطرتاً انقلاب پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہہ خیال کرنا کہ ایک تحریری آئین کے الفاظ میں پابند کرنے سے وہ ایک جگہ ٹھہر جائیں گے۔ تاریخ کے سبق اور عقل کی ہدایت کے خلاف ہے۔

مزید برآں میرا یہ پختہ یقین ہے کہ اس آئین سے پبلک کی مفید خدمت کے بہت زیادہ مواقع حاصل ہونگے اور اس سلسلہ میں ایک ایسی بات کہوں گا جو میرے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ میرا یہ یقین ہے کہ اس آئین کے پورے طور پر چلانے اور ترقی دینے سے دیہی آبادی اور غریب طبقہ کی حالت میں عام اور مستقل اصلاح کی بہترین امید وابستہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ گزشتہ دو مہینے کے اندر جو مباحثے اور اظہار خیالات ہوئے ان سے اس مسئلہ کے بارے میں تمام دلیلیں اور تمام نظریئے آپ کے سامنے آگئے۔ میری دلی تمنا ہے۔ کہ ہر شخص خواہ وہ لیڈر ہو یا مقلد ہو تعمیری کوشش کا طریقہ اختیار کرنے کو اپنا فرض سمجھے گا۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہو آپ میرے اوپر یہ بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کہ سخت مایوسی کی حالت میں بھی میں ہندوستان میں پارلیمنٹری حکومت کے اصول کو مکمل اور پورے طور پر قائم کرنے کی انتھک کوشش کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر موجودہ صورت حال سے وہ بات پیدا ہو۔ جسے میں قابل افسوس سمجھتا ہوں۔ اور اگر کئی صوبوں میں پارلیمنٹری حکومت معطل ہو جائے تو ہم سب کو اس کا خواہ کتنا ہی افسوس کیوں نہ ہو۔ لیکن جو حالات درپیش ہوں گے۔ ان کی رفتار کو روک لینا ہم میں سے کسی کے اختیار میں نہ ہوگا۔ اس صورت میں بہت ہی بیش بہا وقت ضائع ہو جائیگا اور مجھے قوی اندیشہ ہے۔ کہ اصلاح و ترقی کے مقصد کو بہت سخت صدمہ پہنچے گا۔ لیکن مجھے امید نہیں ہے۔ کہ یہ ناگوار صورتیں پیش آئیں گی۔ اس لئے کہ مجھے آپ پر اور ہندوستان کے مستقبل پر اعتماد ہے۔ جس راستہ پر ہم جا رہے ہیں۔ وہ ممکن ہے کہ تاریک اور بعض اوقات دشوار گزار معلوم ہو جو ستارہ ہماری رہنمائی کرنے والا ہے۔ وہ ممکن ہے کہ بعض وقت ٹمٹماتا ہوا معلوم ہو۔ اور بعض اوقات اس کی روشنی سے ہم محروم ہو جائیں۔ پھر بھی ہمت اور اعتقاد بڑی بھاری قوتیں ہیں۔ اس لئے اس مشکل وقت میں ہم ان دونوں کو اپنے ساتھ لیں اور اپنی منزل مقصود کی طرف عزم و استقلال کے ساتھ آگے بڑھیں ؛

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

اولاد کا کسی کو نہ دنیا میں داغ ہو ‖ اس غم سے ہر بشر کو الہٰی فراغ ہو
پھولا پھلا کسی کا نہ برباد باغ ہو ‖ دشمن کا بھی جہاں میں نہ گھر بے چراغ ہو

جن کے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں یا مردہ پیدا ہوتے ہوں۔ یا حمل گر جاتا ہو۔ اس کو عوام اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ بانئے دواخانہ ہذا آنقبلہ عالی جناب حضرت حکیم نور الدین صاحب اعظم رضی اللہ عنہ کا پروردہ اور تربیت یافتہ ہے۔ اور علم طب اس فیض رساں ہستی سے حاصل کر کے یہ دواخانہ حضور حکیم الامۃ کی اجازت سے ۱۹۱۰ء میں جاری کیا۔ اب یہ دواخانہ عالی جناب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی زیر سرپرستی اور نگرانی کام کرتا ہے۔

آنقبلہ عالی جناب حضرت حکیم نور الدین صاحب اعظم رض کا مجرب نسخہ (محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ) اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ ان کیلئے یہ گولیاں تیر بہدف کا اثر رکھتی ہیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہو کر والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ سوا روپیہ شروع حمل سے اخیر رضاعت تک گیارہ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ یک مشت منگوانے پر فی تولہ ایک روپیہ لیا جائے گا۔ نوٹ:۔ احباب کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارے دواخانہ کی تیار کردہ مشہور و معروف محافظ اٹھرا گولیاں ڈاکٹر عبدالجلیل خاں صاحب میڈیکل ہال اندرون موچی گیٹ لاہور سے بھی مل سکتی ہیں۔

عبدالرحمٰن کاغانی اینڈ سنز دواخانہ رحمانی۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

شملہ - ۲۱ جون ایک کمیونک شائع ہوا ہے کہ ۱۸ اور ۱۹ جون کی درمیانی شب سرحد پر امن رہا - ۱۹ جون کو رزائی اور رزمک ناراؤ کے نزدیک سڑک کی حفاظت کرنے والے دستوں پر فائر ہوئے اور رات کے وقت دوسالی کی فوجی چوکی پر فائر ہوئے - مگر برطانوی فوج کو کوئی نقصان نہیں پہنچا - رزمک سے پیش قدمی جاری رہی اور کوئی مزاحمت نہ کی گئی -

الہ آباد - ۲۱ جون آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا ایک اعلان مظہر ہے - کہ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۵ جولائی کو واردھا میں منعقد ہوگا جس میں وائسرائے کے پیغام پر غور کیا جائے گا - اور کانگرس کی پالیسی کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا -

شملہ - ۲۱ جون - لالہ دیش بندھو گپتنے روزنامہ "سیاست" لاہور اور اس کے پریس کی ضبطی ضمانت کے متعلق اسمبلی میں جو تحریک التوا پیش کی تھی - وہ رائے شماری پر ۹۷ اور ۳۵ آراء کے تناسب سے مسترد ہوگئی -

الہ آباد ۲۱ جون آج جب پنڈت جواہر لال نہرو کو ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے پیغام کا خلاصہ دکھایا گیا - تو انہوں نے کسی قسم کا اظہار خیال کرنے سے انکار کر دیا -

شملہ - ۲۱ جون پنجاب اسمبلی کے آج کے اجلاس میں سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب نے ایک طویل بیان کے دوران میں پانی پت اور امرتسر کے فسادات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے مصیبت زدگان سے ہمدردی کا اظہار کیا - اور ارکان سے درخواست کی - کہ وہ پریس میں غیر مکمل اطلاعات کی بنا پر بیانات شائع کرنے سے احتراز کریں - انہوں نے تجویز کی - کہ ہاؤس کے ممبروں کی ایک چھوٹی سی کمیٹی قائم کرنی ضروری ہے - اس کمیٹی میں تمام پارٹیوں اور قوموں کے نمائندوں کو شامل ہونا چاہیئے - اس کمیٹی کے قیام کا مقصد یہ ہوگا - کہ اگر کسی جگہ کوئی فساد رونما ہو - تو کمیٹی کا ایک یا اس سے زیادہ ممبر مقام حادثہ پر جائیں اور قوموں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے حکومت کے ارباب حل و عقد کی امداد کریں -

کوئٹہ - ۲۱ جون اطلاع موصول ہوئی ہے - کہ غلزئی قبیلہ کا ایک لشکر جو ایک سو اہلی قبائل پر مشتمل تھا - ایک مقام پر جو ضلع ژاب میں واقع ہے جمع ہوگیا - حکام احتیاطی اور ضروری تدابیر اختیار کر رہے ہیں -

راولپنڈی - ۲۱ جون ایک بیکار ہندو نوجوان اور اس کی بیوی نے خیر آباد اور اٹک کے درمیان چلتی گاڑی کے سامنے کود کر خودکشی کر لی - ان کی جیبوں سے جو تحریریں برآمد ہوئیں ہیں - ان میں لکھا ہے - کہ ہم بیکاری کی وجہ سے انتہائی مفلس تھے - جس کے نتیجہ میں ہم نے خودکشی کی ہے

لاہور - ۲۱ جون امرتسر میں سکھ مسلم فساد ہونے پر لاہور کے حکام نے وسیع پیمانہ پر لاہور میں احتیاطی تدابیر اختیار رکھیں - کل فوج کو حالیس بھیج دیا گیا - صوبہ کے ہر ضلع سے پولیس منگوائی گئی - خیال کیا جاتا ہے - کہ دو تین دن کے اندر ان انتظامات پر گورنمنٹ کا تقریباً ایک لاکھ روپیہ صرف ہوگیا ہے

امرتسر ۲۱ جون - گذشتہ شب ایک اور مسلمان زخموں کی وجہ سے جاں بحق ہوگیا - پولیس کے شدید پہرے میں نعش کی تجہیز و تکفین و تدفین عمل میں آئی - شہر میں پولیس اور فوج کا پہرہ بدستور موجود ہے - اور فساد کے انسداد کے لئے جو تدابیر اختیار کی جارہی ہیں - وہ بدستور نافذ ہیں - ہسپتال میں اب ۲۷ مسلمان زیر علاج رہ گئے ہیں -

پیرس ۲۱ جون اختیارات کاملہ کے بل پر فرانس کی سینٹ اور چیمبر میں شدید اختلافات پیدا ہو جانے کے باعث موسیو بلم وزیر اعظم فرانس مستعفی ہوئے آج چیمبر نے موسیو بلم کی ۲۴۸ آراء کے مقابلہ میں ۳۸۴ ووٹ سے تائید کی ہے - اب مسٹر لی برن نے مسٹر شوٹمپس کو کابینہ مرتب کرنے کی دعوت دی ہے -

شملہ ۲۱ جون - آج پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں نظربندوں پر سے پابندیاں دور کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں سر سکندر حیات خان نے کہا حکومت کا کوئی ارادہ نہیں - کہ تمام سیاسی قیدیوں اور دہشت پسندوں کو رہا کر دیا جائے - اس وقت پندرہ اشخاص اپنے اپنے گاؤں میں نظربند ہیں - ان کا رویہ مفاد عامہ کے منافی تھا - اس لئے حکومت نے انہیں نظربند کر دیا - حکومت ان پر سے پابندیاں ہٹانے کے لئے تیار نہیں

امرتسر - ۲۱ جون گیہوں حاضر ۳ روپے ۳ پائی نخود حاضر ۲ روپے ۵ آنے کھانڈ دیسی ۷ روپے ۱۴ آنے سے ۸ روپے ۱۲ آنے تک سونا دیسی ۳۵ روپے ۸ آنے اور چاندی دیسی ۵۲ روپے ۱۴ آنے ہے -

کابل (بذریعہ ڈاک) سردار شاہ محمد خان وزیر جنگ افغانستان نے فوجی ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی ہے - جو افغانستان کی تمام فوج کا معائنہ کرے گی اور تحقیقات کے بعد ایسی تجاویز پیش کرے گی جن سے افغانستان کا فوجی معیار بہت اعلیٰ ہو جائے کمیٹی چھ ماہ تک اپنا کام جاری رکھے گی -

شملہ - ۲۱ جون پریس ایکٹ کی دفعات ۷ اور ۹ کے ماتحت حکومت نے جن اخبارات کے خلاف کاروائی کی ان کے متعلق اسمبلی میں آج سر سکندر حیات خان نے بعض اعداد و شمار پیش کئے ۱۹۳۷ء میں صوبے کے انسٹھ اخبارات سے کئی ہزار کی ضمانتیں طلب کی گئیں ۱۹۳۶ء میں ایک سو پینتیس اخبارات سے ضمانتیں طلب ہوئیں ۱۹۳۵ء میں ۷۶ اخبارات سے - ان اخبارات میں بیشتر اخبار اردو میں شائع ہونے والے ہیں - ۱۹۳۰ء سے آج تک آٹھ اخبارات اور پریسوں کی ضمانتیں ضبط کی گئیں - ان اخبارات کے خلاف کاروائی زیادہ تر باغیانہ مضامین لکھنے کے سلسلہ میں ہوئی - اور بعض کے خلاف فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے الزام میں کاروائی کی گئی -

نئی دہلی - ۲۱ جون - پروفیسر اندرا صدر دہلی پراونشل کانگرس کمیٹی نے آل انڈیا کانگرس کے پاس ایک قرارداد کا نوٹس بھیجا ہے جس کا مفہوم یہ ہے - کہ چونکہ کانگرس تمام ہندوستان کی فلاح و بہبود کے لئے معرض وجود میں آئی ہے - اس لئے اسے ریاستوں کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہوئے وہاں کے باشندوں کی سیاسی اور اقتصادی حالات کا جائزہ لینا چاہیئے

شملہ - ۲۱ جون "ملاپ" اس خبر کا ذمہ وار ہے - کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے تمام صوبوں کے گورنروں کے نام خفیہ ہدایات ارسال کی ہیں - کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر انہیں چاہیئے کہ کانگرس پارٹی کے لیڈروں کو وزارت مرتب کرنے کی پھر دعوت دیں -

شملہ - ۲۱ جون ملاپ لکھتا ہے - معلوم ہوا ہے - کہ تاج محل آگرہ کی مرمت کے لئے حکومت ہند نے ۲۵ ہزار روپیہ کے مصارف منظور کئے ہیں - لاہور کی شاہی مسجد کی مرمت کا سوال بھی زیر غور ہے -

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا - ایڈیٹر :- غلام نبی